OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

اسلامی حدود: دائرۂ عمل اور منہجِ تنفیذ
Islamic capital punishments: Scope and Implementation procedure

Hafiz Asif Ismail
M.Phil. Institute of Islamic Studies,Punjab University, Lahore
Dr. Hafiz Muhammad Abrar Awan
Ph. D Islamic Studies, Sheikh Zayed Islamic Center,Punjab University, Lahore

Abstract
These punishments prescribed by the religion of Islam are very just, at the same time they are in the interest of the people, human dignity, mutual respect, destruction of the family system, corruption of lineage, encroachment on people's property, abuse of human beings. To maintain the intellect and the ability to think and understand, to prevent many corruptions and evils, to cleanse society from crime and to establish and maintain public order. As the rain brings prosperity, the fields sway. The life of such subjects depends on the enforcement of Islamic punishments. The punishments for the crimes prescribed by the Qur'an and Sunnah are called (extreme crimes). These are adultery, slander and slander, stealing, drinking, fighting and apostasy. The punishment of adultery (in Islam) is for a virgin i.e., for both male and female to be hastened, while for those who are married it is to be stoned. The punishment for making false accusations and slanders is to inflict the same blows. The Shariah punishment for theft is hand-wringing. The penalty for alcoholism is 40 lashes or 40 or 80 lashes. Muharrabat means killing, hanging, deportation or amputation of hands and feet in the opposite direction for causing mischief in the land and the punishment for apostasy is murder. This will eradicate crime and disobedience and

CC BY

will save the life, property, honor and dignity of everyone. Love, compassion and brotherhood grow among each other. As a result, the earth spews out its treasures. And the rain of mercy falls from the sky. Hudud should not be recommended. Personal and spatial determination should be taken into consideration for the removal of Hudud. Doubts should be taken into consideration.

Keywords: Punishments, Islam, Just, Dignity, Mutual respect, corruption of lineage, Evils, Crime, Qur'an & Sunnah, Slander and Slander, Accusations, Killing, Deportation, consideration

تمہید

شریعت اسلامیہ کی مقرر کردہ یہ سزائیں نہایت منصفانہ ہیں، اس کے ساتھ ساتھ وہ عوام کے مصلحت و مفاد، شرف انسانیت، احترام باہمی، خاندانی نظام کو تباہی، حسب ونسب کو بگاڑ، لوگوں کے اموال پر اعتدا (زیادتی)، انسان کی عقل اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کو بر قرار رکھنے، کثیر مفاسد و شرور، معاشرے کو جرائم سے پاک کرنے اور امن عامہ کے قیام اور اس کی حفاظت کے لیے ہیں۔ اسلام جرائم کو روکنے کے لئے دلوں میں ایمان اور صالح عقائد کے پہرے بٹھاتا ہے جس طرح بارش سے خوشحالی آ جاتی ہے، کھیتیاں لہلہانے لگتی ہیں۔ ایسے ہی رعایا کی زندگی اسلامی حدود کے نافذ کرنے سے ہوتی ہے، مجرمین کو سزا ہوتی ہے لوگوں کے جان ومال محفوظ رہتے ہیں اور لوگوں کو راحت حاصل ہوتی ہے۔ کتاب و سنت نے جن جرائم کی سزائیں مقرر کی ہیں انہیں (جرائم الحدور) کہا جاتا ہے۔ وہ ہیں زنا، الزام تراشی اور تہمت لگانا، چوری کرنا، مے نوشی کرنا، محاربت اور مرتد ہو جانا۔ یہ حدود مختصراً بمع دلائل درج ذیل ہیں۔

حد کا لغوی معنی

حدود جمع ہے اور اس کا مفرد حد ہے یہ عربی زبان کا لفظ ہے اس کا مادہ، ح دد، یعنی حد د ہے۔[1] یہ ایک کثیر المعنی لفظ ہے، عربی لغت میں اس کا معنی ہے۔**الفصل ،الحاجز، منتہی الشئ، رق الشفرة، الدفع، المنع، تمییز الشئ عن الشئ**[2]۔ سرحد، باڑھ، کسی شی کی انتہاء، طرف کنارہ، سرا، دھار، مانع، کسی چیز کا دفع کرنا، اس سے بچنا، کسی شے کو دوسری شے سے جدا کرنا۔

حد کی اصطلاحی تفہیم

حد کے لغوی معنی سے یہ بات واضح ہوئی کہ حد وہ ڈیڈ لائن، انتہاء اور رکاوٹ ہے جس سے تجاوز کرنا منع ہے۔ چنانچہ حدود اللہ کی اصطلاح ایسے امور کے لئے وضع شدہ ہے کہ جن سے تجاوز کرنے سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے۔ قدیم لغت نویس الازھری کہتے ہیں کہ حدود اللہ دو طرح کی ہیں: 1۔ حلال و حرام کی وہ حدود جو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے کھانے پینے اور ازدواجی معاملات کے سلسلہ میں مقرر فرمائی ہیں اور جن کے بارے میں حکم ہے کہ ان سے تجاوز نہ کرو، 2۔ دوسری سزا کی وہ مقداریں جو بعض جرائم پر مقرر کر دی گئی ہیں جیسے حد قذف میں اسی کوڑے اور حد سرقہ میں قطع ید۔[3]

لفظ حد قرآن میں:

یہ لفظ قرآن مجید میں چودہ مقامات پر آیا ہے۔

1. ﴿تِلْكَ حُدُودُ اللَّـهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا ﴾[4]۔ "یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں، ان کے پاس نہ جانا"
2. ﴿ إِلَّا أَن يَخَافَا أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّـهِ ﴾[5]۔ "ہاں اگر میاں بیوی کو خوف ہو کہ وہ اللہ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے"
3. ﴿فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّـهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ﴾[6]۔ "اگر تم ڈرتے ہو کہ وہ دونوں اللہ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے"
4. ﴿تِلْكَ حُدُودُ اللَّـهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا ﴾ [7]۔ "یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی حدود ہیں (احکامات) ان سے باہر نہ نکلنا"
5. ﴿وَمَن يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّـهِ فَأُولَـٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾ "اور جو لوگ اللہ کی حدود سے باہر نکل جائیں گے، وہ گناہ گار ہوں گے"
6. ﴿ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَن يَتَرَاجَعَا إِن ظَنَّا أَن يُقِيمَا حُدُودَ اللَّـهِ﴾ [8]۔ "ہاں اگر دوسرا خاوند بھی طلاق دے دے اور عورت اور پہلا خاوند ایک دوسرے کی طرف رجوع کریں تو ان پر کچھ گناہ نہیں بشرطیکہ دونوں یقین کر لیں کہ اللہ کی حدود کو قائم رکھ سکیں گے"
7. ﴿ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّـهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ﴾ "اور یہ اللہ کی حدیں ہیں، اللہ ان لوگوں کے لئے بیان کرتا ہے جو دانش رکھتے ہیں"
8. ﴿ تِلْكَ حُدُودُ اللَّـهِ ﴾[9]۔ "یہ تمام اللہ کے احکامات ہیں"
9. ﴿وَمَن يَعْصِ اللَّـهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا﴾ [10]۔ "اور جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرے گا اور اس کی حدوں سے نکل جائے گا تو اللہ اسے دوزخ میں ڈالے گا جہاں وہ ہمیشہ رہے گا"
10. ﴿الْأَعْرَابُ أَشَدُّ كُفْرًا وَنِفَاقًا وَأَجْدَرُ أَلَّا يَعْلَمُوا حُدُودَ مَا أَنزَلَ اللَّـهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ﴾ [11]۔ "بدو لوگ سخت کار اور سخت منافق ہیں اور اس قابل ہیں کہ جو احکام اللہ نے اپنے رسول ﷺ پر نازل کئے ان سے واقف ہی نہ ہوں"
11. ﴿وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنكَرِ وَالْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اللَّـهِ ۗ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ﴾ [12]۔ "بُری باتوں سے منع کرنے والے اللہ کے احکامات کی حفاظت کرنے والے اور اسے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کو خوشخبری سنا دیجئے"۔
12. ﴿ذَٰلِكَ لِتُؤْمِنُوا بِاللَّـهِ وَرَسُولِهِ ۚ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّـهِ ﴾ [13]۔ "یہ حکم اس لئے ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرمانبردار ہو جاؤ اور یہ اللہ کی حدود (احکامات) ہیں"

13. ﴿وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّـهِ﴾ [14]ــ "اور اللہ تعالیٰ کی حدیں (احکامات) ہیں"

14. ﴿وَمَن يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّـهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ﴾ [15]ــ "اور جو اللہ کی حدوں سے تجاوز کرے گا وہ اپنے آپ پر ظلم کرے گا"

حد فقہاء کی اصطلاح میں:

حدود فقہاء کی اصطلاح میں وہ خاص سزائیں ہیں جو اللہ کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرنے پر بطور تادیب دی جاتی ہیں۔ علامہ شوکانی[redacted] فرماتے ہیں: **فی الشرع عقوبة مقد رة لاجل حق الله فيخرج التعزير لعدم التقدير والقصاص لانه حق آدمی** [16]ــ "شریعت میں حد اس مقرر سزا کو کہتے ہیں جو حق اللہ کے طور پر متعین کی گئی ہو، تعزیر اس سے خارج ہے کیونکہ تعزیری سزا مقرر نہیں اور قصاص بھی اس سے خارج ہے کیونکہ قصاص حق العبد ہے، حق اللہ نہیں ہے"۔ ☆ علامہ سرخسی[redacted] فرماتے ہیں: **وفی الشرع الحد اسم لعقوبة مقد رة تجب حقالله تعالی ولهذا لايسمى التعزير لانه غير مقدرة ولا يسمى به القصاص لانه حق العبد** ــ[17] "شریعت میں حد اس مقررہ سزا کا نام ہے جو اللہ کے حق کے طور پر واجب ہوتی ہے اس لئے تعزیر کو اسم حد سے موسوم نہیں کرتے کہ وہ غیر مقرر کردہ سزا ہے اور نہ ہی قصاص و حد کا نام دیا جاتا ہے کہ وہ حق اللہ نہیں حق العبد ہے"۔ ☆ فقہائے احناف کے علاوہ باقی جمہور فقہاء نے حد کی اصطلاحی تعریف یہ کی ہے: **عقوبة شرعا سواء کا نت حقالله ام للعبد** [18] ــ "شرعی سزا خواہ حق اللہ کے طور پر ہو یا حق العبد کے طور پر"۔

حدود نافذ کرنے والے جرائم:

کتاب و سنت نے جن جرائم کی سزائیں مقرر کی ہیں انہیں (جرائم الحدور) کہا جاتا ہے۔ یہ سزائیں مختصراً بمع دلائل درج ذیل ہیں:

1۔ زنا 2۔ الزام تراشی اور تہمت لگانا 3۔ چوری کرنا 4۔ مے نوشی کرنا 5۔ محاربت 6۔ مرتد ہو جانا

تو ان میں سے کسی بھی جرم کے ارتکاب کی صورت میں طے شدہ سزا ہے۔ جسے شارع نے مقرر کیا ہے۔

(1) زنا:۔

زنا کی حد کنوارے اور کنواری کے لیے جلد (ضربیں مارنا) جب کہ شادی شدگان کے لیے رجم سنگسار کرنا ہے۔

قرآن میں ہے: ﴿وَاللَّاتِي يَأْتِينَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِسَائِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِنْكُمْ فَإِنْ شَهِدُوا فَأَمْسِكُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ حَتَّى يَتَوَفَّاهُنَّ الْمَوْتُ أَوْ يَجْعَلَ اللَّهُ لَهُنَّ سَبِيلًا﴾ [19] اور تمھاری عورتوں میں سے جو بدکاری کا ارتکاب کریں، ان پر اپنے میں سے چار مرد گواہ طلب کرو، پھر اگر وہ گواہی دے دیں تو انھیں گھروں میں بند رکھو، یہاں تک کہ انھیں موت اٹھالے جائے، یا اللہ ان کے لیے کوئی راستہ بنا دے۔

حدیث نبوی ﷺ: **عن عبادة بن الصامت، قال: قال رسول الله ﷺ:" خذوا عني خذوا عني قد جعل الله لهن سبيلا الثيب بالثيب جلد مائة ورمي بالحجارة والبكر بالبكر جلد مائة ونفي سنة"** [20]ــ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مجھ سے سیکھ لو، مجھ سے سیکھ لو، اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے راہ نکال دی ہے غیر کنوارہ مرد غیر کنواری عورت کے ساتھ زنا کرے تو سو کوڑے اور رجم ہے اور کنوارا مرد کنواری عورت کے ساتھ زنا کرے تو سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے“۔

(2) الزام تراشی اور تہمت لگانا:۔

جھوٹا الزام اور تہمت لگانے کی سزا اسی ضربیں لگانا ہے، اللہ تعالی نے فرمایا:﴿وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾ [21]۔اور وہ لوگ جو پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں، پھر چار گواہ نہ لائیں تو انھیں اسی (۸۰) کوڑے مارو اور ان کی کوئی گواہی کبھی قبول نہ کرو اور وہی نافرمان لوگ ہیں۔

(3) چوری کرنا:۔

چوری کی شرعی سزا ہاتھ کاٹنا ہے۔ قرآن میں ہے:۔﴿ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾[22]۔اور جو چوری کرنے والا اور جو چوری کرنے والی ہے سو دونوں کے ہاتھ کاٹ دو، اس کی جزا کے لیے جو ان دونوں نے کمایا، اللہ کی طرف سے عبرت کے لیے اور اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔

(4) مے نوشی کرنا:۔

قرآن میں ہے:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴾[23]۔اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور شرک کے لیے نصب کردہ چیزیں اور فال کے تیر سراسر گندے ہیں، شیطان کے کام سے ہیں، سو اس سے بچو، تاکہ تم فلاح پاؤ۔ ☆ نبی کریم ﷺ کے مبارک عہد میں شرابی کی سزا 40 ضربیں تھیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں 40 کوڑے کردی گئی۔ مگر جب لوگ باز نہ آئے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام رضوان اللہ عنھم اجمعین کے مشورے سے 80 کوڑے سزا مقرر کردی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دوکان اس بناء پر جلادی۔ کہ وہاں شراب خفیہ طور پر بیچی جاتی تھی۔ اور ایک موقع پر گاؤں پھر اس لئے جلادیا کہ وہاں خفیہ طور پر شراب کشید ہوتی تھی۔

(5) محاربت (ڈکیتی اور راہزنی):۔

محاربت یعنی زمین میں فساد مچانے کی بناپر بطور سزا قتل کردینا، پھانسی پر لٹکانا، جلاوطن کرنا یا مخالف سمت سے ہاتھ پاؤں کاٹ دینا ہے۔ جرائم کی شدت اور نوعیت کے لحاظ سے ان میں سے کوئی سی بھی سزا دی جاسکتی ہے۔﴿إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ذَلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ [24]۔ان لوگوں کی جزا جو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد کی کوشش کرتے ہیں، یہی ہے کہ انھیں بری طرح قتل کیا جائے، یا انھیں بری طرح سولی دی جائے، یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مختلف سمتوں سے بری طرح کاٹے جائیں، یا انھیں اس سرزمین سے نکال دیا جائے۔ یہ ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لیے آخرت میں بہت بڑا عذاب ہے۔

(6) مرتد ہوجانا یعنی دین اسلام چھوڑ کر کفر کی روش اختیار کرنا:۔

قرآن میں ارشاد ربانی ہے:﴿وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾ [25]۔اور تم میں سے جو اپنے دین سے پھر جائے، پھر

اس حال میں مرے کہ وہ کافر ہو تو یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے اور یہی لوگ آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

ان سزاؤں کا مقصد:۔

اسلام کی مقرر کردہ یہ سزائیں نہایت عادلانہ ہیں، اس کے ساتھ ساتھ وہ عوام کے مصلحت و مفاد میں اور امن عامہ کے قیام اور اس کی حفاظت کے لیے ہیں۔ اب زنا کا معاملہ دیکھیں، تو یہ سب سے زیادہ فحش اور قبیح جرم ہے اور خلق خدا، شرف انسانیت اور احترام باہمی کے خلاف عدوان ہے، اس سے خاندانی نظام کی تباہی اور حسب و نسب کا بگاڑ ہے اور یہ کثیر مفاسد اور شرور کا سبب بنتا ہے نیز اس سے باہمی اعتماد کا خون ہوتا ہے، اس کی بڑی اور عظیم سزا کے پیش نظر اس جرم کو ثابت کرنے کے لیے اسلام نے از حد محتاط رویے کا مظاہرہ کیا اور کڑی شرائط عائد کیں، عام طور پر جن کا پورا ہونا مستحیل امر ہے، اس سزا کا اصل مقصد ارہاب (اس سے ڈرانا) اور اس کے ارتکاب سے لوگوں کو باز رکھنا ہے، اصل مقصد اس کا اجرا اور نفاذ نہیں۔ **زنا کی سزا بیان کرتے وقت اللہ کا ارشاد ہوتا ہے:۔** ﴿ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴾[26]۔ یعنی ان کو سزا دیتے وقت کا گروہ وہاں موجود ہو۔

- اسی طرح تہمت لگانا ان جرائم میں سے ہے جن سے خاندانی نظام خراب اور باہمی اعتماد مجروح ہوتا ہے، بلکہ میاں بیوی کی علیحدگی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ ہر گھرانہ باہمی اعتماد و لوم کی بنیاد پر ہی قائم ہوتا ہے، تو تہمت اس بنیاد کو متزلزل کر سکتی ہے اور کسی بھی معاشرے کی خشت اول گھر ہوتا ہے، تو اس کی خرابی میں پورے معاشرے کی خرابی مضمر ہے، لہذا اس جرم کا مرتکب اگر چار گواہ پیش نہ کر سکے، تو اسے اسی (۸۰) ضربیں سہنا ہوں گی۔
- اسی طرح چوری کا معاملہ یہ ہے کہ وہ لوگوں کے اموال پر اعتدا (زیادتی) ہے، جب کہ انسانی نفوس کی جبلت میں مال کی محبت ودیعت کی گئی ہے اور وہ اس کے کسب میں خون پسینہ ایک کرتا ہے تو اسلام کو قطعاً گوارا نہیں کہ اس کی محنت یوں رائیگاں چلی جائے، تو اموال کی حفاظت کے لیے چور کا ہاتھ قطع کرنے کی سزا مقرر کی، تاکہ چوری کا خاتمہ ہو اور دوسروں کو عبرت ہو اور ہر ایک کا مال محفوظ رہے۔ جن اسلامی ممالک (مثلاً سعودیہ) میں یہ سزا نافذ ہے، وہاں امن عامہ کی صورتحال مثالی ہے۔ ہمارے بدطینت اور مغرب سے مرعوب حکمران کہتے رہتے ہیں کیا ہم قوم کو ٹنڈا بنا دیں؟ ان سے سوال ہے کیا سعودیہ میں سب ٹُنڈے ہیں؟ چند لوگوں کے ہاتھ کاٹنے سے اگر معاشرہ چوری کے جرم سے محفوظ رہتا ہو تو یہ سودا قطعاً مہنگا نہیں۔ اپنے زمانے کی سپر طاقت سوویت یونین بھی آخر کار مجبور ہوا کہ چوری کی بڑھتی وارداتوں کا خاتمہ کرنے کے لیے چوری کی سزا موت کا قانون بنانے اور اپنے ملک کو دار الامن بنائے۔

خود قرآن پاک حدود کے مقصد بیان کرتا ہے۔ چوری کے جرم میں فرمایا **"جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِنَ اللَّهِ "** یعنی جرم کی سزا اور اس میں دوسروں کے لئے عبرت کا سامان ہے۔

- اسی طرح شراب نوشی کا مسئلہ ہے، شراب انسان کی عقل اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ختم یا معطل کر ڈالتی ہے اور وہ اس کے نشہ میں دھت ہو کر کوئی سنگین جرم بھی کر سکتا ہے، تو اس کی حد نافذ کی تاکہ وہ باز آجائے اور دوسرے بھی اس سے عبرت پکڑیں۔

- اہل محاربت معاشرے کے بگڑے ہوئے وہ افراد ہیں، جو ملک میں فساد برپا کرنے اور ہر طرف فتنہ وفساد کی آگ بھڑکانے کے درپے ہیں، اس سے امن کی صورت حال مخدوش ہو سکتی ہے اور یہ اسلام کی نظر میں بہت بڑا جرم ہے جس کے قلع قمع کے لیے متعدد سزائیں تجویز کی ہیں اور معاملے کی سنگینی کے مد نظر ان میں سے کوئی سزا (یا سب اکٹھی) دینے کا معاملہ حکام کی صوابدید پر رکھا ہے۔[27]

لہذا ان سب کا مقصد ایک ہی ہے وہ ہے معاشرے کو جرائم سے پاک کرنا اور امن وامان قائم کرنا۔ خود انسانی فطرت طبعاً حرام کو ناپسند کرتی ہے اور جرم کرنے والے کو سزا دینا چاہتی ہے۔ پھر معاشرے میں امن وامان قائم کرنے کے لئے جرم کی سزا دینا ضروری ہے۔ اگر جرم پر سزا ختم ہو جائے تو وہ معاشرہ درندوں کی آماجگاہ بن جاتا ہے۔ حکومت کا قیام بھی اسی لئے ہوتا ہے کہ مجرموں کو کیف کردار تک پہنچا کر دوسرے انسانوں کے جان ومال اور عزت آبرو کا تحفظ کرے۔ اور اس کے ساتھ مجرمین کا تذکیہ نفس بھی کہ وہ اللہ کے عذاب سے بھی آخرت میں بچ سکیں۔ اسلام جرائم کو روکنے کے لئے دلوں میں ایماں اور صالح عقائد کے پہرے بٹھاتا ہے۔ اللہ پر ایمان اور آخرت پر ایمان اپنے اعمال کی جوابدہی کا ہر دم احساس، یہ خوف خدا اور فکر آخرت کے عقائد انسان کو گناہ کرنے اور جرم کا مرتکب ہونے سے روکتے ہیں۔

حدود اللہ نافذ کرنے کا وجوب اور اس کا نفاذ خیر وبرکت کا باعث:۔

حدود کا اجرا اور نفاذ لوگوں کے اپنے مفاد و نفع میں ہے، کیونکہ اس سے جرائم کی بیخ کنی ہوگی اور نافرمان باز آجاتے اور معاشرہ امن وسکون کا گہوارہ بنتا ہے اور ہر ایک کی جان ومال اور عزت وعصمت محفوظ ہو جاتی ہے۔ آپس میں محبت ہمدردی اخوت بڑھتی ہے۔ جس کے نتیجے میں مالی خوشحالی اور افزائش رزق ہوتی ہے۔ زمین اپنے خزانے اگلتی ہے۔ تو آسمان سے باران رحمت کا نزول ہوتا ہے۔ ☆ سنن ابن ماجہ میں عبادہ بن صامت سے مروی ہے:۔ **عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ:" أَقِيمُوا حُدُودَ اللَّهِ فِي الْقَرِيبِ وَالْبَعِيدِ وَلَا تَأْخُذْكُمْ فِي اللَّهِ لَوْمَةُ لَائِمٍ"** [28] ےعبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کی حدود کو نافذ کرو، خواہ کوئی قریبی ہو یا دور کا، اور اللہ تعالیٰ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروانہ کرو"۔ ☆ سنن ابن ماجہ میں ہی ابن عمر سے مروی ہے:۔ **عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ:" إِقَامَةُ حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللَّهِ خَيْرٌ مِنْ مَطَرِ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً فِي بِلَادِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ"** [29] ےعبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے کسی ایک حد کا نافذ کرنا اللہ تعالیٰ کی زمین پر چالیس رات بارش ہونے سے بہتر ہے"۔ جیسے بارش سے خوشحالی آجاتی ہے، کھیتیاں لہلہانے لگتی ہیں۔ ایسے ہی رعایا کی زندگی اسلامی حدود کے نافذ کرنے سے ہوتی ہے، مجرمین کو سزا ہوتی ہے لوگوں کے جان ومال محفوظ رہتے ہیں، اور لوگوں کو راحت حاصل ہوتی ہے۔ ہر عمل وروش جو اقامت حدود کو معطل کرے تو وہ اللہ کے احکام کو معطل کرنے کے مترادف اور اس کے خلاف اعلان جنگ ہے، کیونکہ گویا یہ منکرات پر راضی رہنا اور شر کی اشاعت ہے۔ سنن ابو داؤد میں سیدنا یحییٰ بن راشد سے مروی ہے:۔

عَنْ يَحْيَى بْنِ رَاشِدٍ، قَالَ: جَلَسْنَا لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، فَخَرَجَ إِلَيْنَا فَجَلَسَ، فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، يَقُولُ:" مَنْ حَالَتْ شَفَاعَتُهُ دُونَ حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللَّهِ فَقَدْ ضَادَّ اللَّهَ، وَمَنْ

خَاصَمَ فِي بَاطِلٍ وَهُوَ يَعْلَمُهُ لَمْ يَزَلْ فِي سَخَطِ اللَّهِ حَتَّى يَنْزِعَ عَنْهُ، وَمَنْ قَالَ فِي مُؤْمِنٍ مَا لَيْسَ فِيهِ أَسْكَنَهُ اللَّهُ رَدْغَةَ الْخَبَالِ، حَتَّى يَخْرُجَ مِمَّا قَالَ" [30]ے

سیدنا یحییٰ بن راشد کہتے ہیں کہ ہم عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے انتظار میں بیٹھے تھے، وہ ہمارے پاس آکر بیٹھے پھر کہنے لگے: میں نے رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو فرماتے سنا ہے: "جس نے اللہ کے حدود میں سے کسی حد کو روکنے کی سفارش کی تو گویا اس نے اللہ کی مخالفت کی، اور جو جانتے ہوئے کسی باطل امر کے لیے جھگڑے تو وہ برابر اللہ کی ناراضگی میں رہے گا یہاں تک کہ اس جھگڑے سے دستبر دار ہو جائے، اور جس نے کسی مؤمن کے بارے میں کوئی ایسی بات کہی جو اس میں نہیں تھی تو اللہ اس کا ٹھکانہ جہنمیوں میں بنائے گا یہاں تک کہ اپنی کہی ہوئی بات سے توبہ کر لے"۔

بعض لوگوں کو یہ سزائیں سخت اور وحشیانہ لگتی ہیں اور وہ مجرم پر بہت ترس کھاتے اور سمجھتے ہیں کہ اسے بڑی سخت سزا دی جارہی ہے، وہ اس جرم کو اور اس کی سنگینی کو نہیں دیکھتے، جس کا اس نے ارتکاب کیا ہے، تو قرآن کا فیصلہ ہے کہ ایسا جذبہ ترحم ایمان کے منافی ہے، کیونکہ قرآن پاکیزگی سے بھرپور اور جرائم سے پاک معاشرے کا قیام چاہتا ہے اور وہ خواہاں ہے کہ فرد اور نظم اجتماعی خلق متین اور ادب عالی سے آراستہ ہوں۔ پورے معاشرے پر ترس کھانا ایک فرد پر ترس کھانے سے اہم ہے، ایک شاعر نے اس حقیقت کی طرف خوب توجہ دلائی جب کہا: **قال أبو تمام :فقسا ليزدجروا، ومَن يكُ حازمًا، فليقسُ أحيانًا على من يرحم** [31]ے دانا مرد کو کبھی سختی کرنا پڑتی ہے تا کہ اصلاح ہو اور خرابی دور ہو۔

حدود میں سفارش کرنا:

اللہ کی مقرر کردہ حدود میں سے کسی حد کو معاف یا معطل کرانے کے لیے سفارش کرنا حرام ہے، کیونکہ اس میں ایک طے شدہ مصلحت کی تفویت (فوت ہونا)، جرائم کی حوصلہ افزائی اور یہ مجرموں کا ساتھ دینے کے مترادف ہے اور یہ تب جب معاملہ عدالت تک پہنچ جائے، البتہ وہاں تک پہنچ سے قبل معاملہ ختم اور تصفیہ کرا دینے اور حاکم کے پاس سفارش کر دینے میں حرج نہیں۔ ☆ بقول محشی ابن عبد البرؒ نے معاملہ عدالت میں پہنچ جانے کے بعد بشرط ثبوت اقامت حد پر اجماع ہونے کا دعوی کیا ہے۔ ☆ سنن ابو داوٗد میں سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:۔ **عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، أَنّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ:" تَعَافُوا الْحُدُودَ فِيمَا بَيْنَكُمْ فَمَا بَلَغَنِي مِنْ حَدٍّ فَقَدْ وَجَبَ"** [32] عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: "حدود کے معاملات خود ہی نمٹا لیا کرو، جب حد میں سے کوئی چیز میرے پاس پہنچ گئی تو وہ واجب ہو گئی" (اسے معاف نہیں کیا جا سکتا)۔ ☆ سنن نسائی میں سیدنا صفوان بن امیہ سے مروی ہے:۔ **عَنْ صَفْوَانَ بْنِ أُمَيَّةَ:" أَنَّ رَجُلًا سَرَقَ بُرْدَةً , فَرَفَعَهُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ , فَأَمَرَ بِقَطْعِهِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ , قَدْ تَجَاوَزْتُ عَنْهُ، قَالَ:" فَلَوْلَا كَانَ هَذَا قَبْلَ أَنْ تَأْتِيَنِي بِهِ يَا أَبَا وَهْبٍ"، فَقَطَعَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ".** [33]ے صفوان بن امیہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے ایک چادر چرائی، وہ اسے لے کر نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے پاس آئے، آپ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا تو وہ بولے: اللہ کے رسول! میں نے اسے معاف کر دیا ہے، آپ نے فرمایا: "ابو وہب! اسے میرے پاس لانے سے پہلے ہی تم نے کیوں نہ معاف کر دیا؟" پھر رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا۔

سنن ابن ماجہ میں ہے:۔

ام المؤمنین عائشہ سے روایت ہے کہ قبیلہ مخزوم کی ایک عورت کے معاملے میں جس نے چوری کی تھی، قریش کافی فکر مند ہوئے اور کہا: اس کے سلسلے میں رسول اللہ ﷺ سے کون گفتگو کرے گا؟ لوگوں نے جواب دیا: رسول اللہ ﷺ کے چہیتے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے علاوہ کون اس کی جرات کر سکتا ہے؟ چنانچہ اسامہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے گفتگو کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا تم اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے ایک حد کے بارے میں سفارش کر رہے ہو"؟ پھر آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: "لوگو! تم سے پہلے کے لوگ اپنی اس روش کی بناء پر ہلاک ہوئے کہ جب کوئی اعلیٰ خاندان کا شخص چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کمزور حال شخص چوری کرتا تو اس پر حد جاری کرتے۔ اللہ کی قسم! اگر محمد کی بیٹی فاطمہ چوری کرتی تو میں اس کا (بھی) ہاتھ کاٹ دیتا"۔ محمد (راوی حدیث) کہتے ہیں کہ میں نے لیث بن سعد کو کہتے سنا: اللہ تعالیٰ نے فاطمہ کو چوری کرنے سے محفوظ رکھا اور ہر مسلمان کو ایسا ہی کہنا چاہیے۔[34]

حدود گناہوں کا کفارہ ہیں:

جامع ترمذی میں عبادہ بن صامت سے مروی ہے:۔ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ , قَالَ: كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فِي مَجْلِسٍ، فَقَالَ: " تُبَايِعُونِي عَلَى أَنْ لَا تُشْرِكُوا بِاللَّهِ شَيْئًا , وَلَا تَسْرِقُوا , وَلَا تَزْنُوا " , قَرَأَ عَلَيْهِمُ الْآيَةَ، فَمَنْ وَفَّى مِنْكُمْ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ، وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا فَعُوقِبَ عَلَيْهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ، وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا فَسَتَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ فَهُوَ إِلَى اللَّهِ إِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ وَإِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُ، وقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَمْ أَسْمَعْ فِي هَذَا الْبَابِ أَنَّ الْحُدُودَ تَكُونُ كَفَّارَةً لِأَهْلِهَا شَيْئًا أَحْسَنَ مِنْ هَذَا الْحَدِيثِ[35] عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک مجلس میں موجود تھے، آپ نے فرمایا: "ہم سے اس بات پر بیعت کرو کہ تم اللہ کے ساتھ شرک نہ کرو گے، چوری نہ کرو گے اور زنا نہ کرو گے، پھر آپ نے ان کے سامنے آیت پڑھی اور فرمایا: جو اس اقرار کو پورا کرے گا اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے اور جو ان میں سے کسی گناہ کا مرتکب ہوا پھر اس پر حد قائم ہو گئی تو یہ اس کے لیے کفارہ ہو جائے گا، اور جس نے کوئی گناہ کیا اور اللہ نے اس پر پردہ ڈال دیا تو وہ اللہ کے اختیار میں ہے، چاہے تو اسے عذاب دے اور چاہے تو اسے بخش دے"۔ امام شافعیؒ کہتے ہیں: میں نے اس باب میں اس حدیث سے اچھی کوئی چیز نہیں سنی کہ حدود اصحاب حدود کے لیے کفارہ ہیں۔

دفع نفاذ حدود میں شکوک وشبہات کا کردار

حالات وزمانہ کی رعایت سے حدود کا سقوط:

حالات وزمانہ کی رعایت سے مندرجہ ذیل صورتوں میں حدود کا سقوط ہو گا:

1۔ شہادت نہ ہونے سے 2۔ فعل ومحل میں شبہ سے 3۔ گواہوں کے فسق سے حد کا سقوط 4۔ توبہ سے

جرائم رئیسہ کے لیے حالات وزمانہ کی رعایت سے تعزیری قوانین وضع کرنے کی ضرورت ہے اور اسی عدالت کا قیام ضروری ہے جو ایسے مقدمات کی سماعت کرے جو اس بنا پر خارج کر دیے گئے کہ ان کے لیے حدود کے درجہ کا ثبوت فراہم نہیں کیا جا سکا یا گواہ حضرات معیار پر پورے نہیں اترے اور اگر یہ انتظام نہ کیا گیا بلکہ جرائم رئیسہ کی سزائیں صرف حدود ہی رکھی گئیں تو مذکورہ جرائم کی بہت سی شکلیں ایسی پائی جائیں گی جن میں کوئی سزا نہ ہو گی اور جرائم کی حوصلہ افزائی ہوتی رہے گی۔[36] حد ایک

شرعی سزا ہے، جس سے محدود کے جسم کو ضرر لاحق ہوتا اور اس کی شہرت خراب ہو جاتی ہے، لہذا اتنی بڑی سزا کے لیے لازم ہے کہ یقینی طور پر اس کا جرم ثابت ہو اور اس کے لیے ایسے ثبوتوں اور دلائل کی ضرورت ہوتی ہے جو ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر ہوں، اگر یقین سے مانع کوئی شک وشبہ موجود ہو تو حد کا نفاذ نہ کیا جائے گا صرف الزام لگا دینے اور شکوک ہونے سے حد نافذ نہ ہوگی۔ ☆ سنن ابن ماجہ میں ہے:۔ **عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ،قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ:" ادْفَعُوا الْحُدُودَ مَا وَجَدْتُمْ لَهُ مَدْفَعًا"** [37] اگر شک کا فائدہ مل رہا ہو یا اس کی گنجائش نکلتی ہو تو حدود کی سزا میں لاگو نہ کرو۔ ☆ جامع ترمذی میں ہے:۔ **عَنْ عَائِشَةَ , قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: " ادْرَءُوا الْحُدُودَ عَنِ الْمُسْلِمِينَ مَا اسْتَطَعْتُمْ , فَإِنْ كَانَ لَهُ مَخْرَجٌ فَخَلُّوا سَبِيلَهُ , فَإِنَّ الْإِمَامَ أَنْ يُخْطِئَ فِي الْعَفْوِ خَيْرٌ مِنْ أَنْ يُخْطِئَ فِي الْعُقُوبَةِ "** [38] ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: "جہاں تک تم سے ہو سکے مسلمانوں سے حدود کو دفع کرو، اگر مجرم کے بچ نکلنے کی کوئی صورت ہو تو اسے چھوڑ دو، کیونکہ مجرم کو معاف کر دینے میں امام کا غلطی کرنا اسے سزا دینے میں غلطی کرنے سے کہیں بہتر ہے۔، اسے ترمذی نے نقل کیا، اور ذکر کیا کہ یہ موقوفا بھی مروی ہے اور یہی اصح ہے۔ کئی اور صحابہ سے بھی یہی قول منقول ہے۔ ☆ غرض ایسی تمام صورتیں جن میں حدود ساقط ہو جاتے ہیں، دوسری سزائیں ناگزیر ہوتی ہیں، وہ اصول یہ ہے: **ولها أن تتصرف مع المجرمين في نطاق المصلحة** [39] حکومت وقت (اسلامی ریاست) کا مصلحت کے مطابق مجرموں سے معاملہ کرنا۔ ☆ تعزیر میں حکومت کے اختیارات کافی وسیع ہیں۔ تعزیر کی کوئی مقدار متعین نہیں ہے بلکہ اس کا معاملہ حکومت کے سپرد ہے۔ جس قدر حالات بدلتے جا رہے ہیں، اسی لحاظ سے جرائم کی رفتار میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اور جرائم میں تنوع پیدا ہوتا جا رہا ہے۔ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اور صحابہ کرام کی زندگیوں سے اس سلسلہ میں کافی رہنمائی ملتی ہے، ان تمام نظائر کو پیش نظر رکھتے ہوئے حالات وزمانہ کی رعایت کرتے ہوئے بہترین تعزیراتی قوانین وضع کیے جاسکتے ہیں۔

شبہات اور اس کی اقسام:

احناف اور شوافع نے حدود شک کا فائدہ دینے اور جرائم کے بارے میں شبہات پیدا ہونے کے موضوع پر بحث کی ہے، ان دونوں مذہبوں کی آراء اور نقطہ نظر ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔

شافعیہ: شافعیہ کا نقطہ نظر، انہوں نے شبہات کی تین اقسام ذکر کی ہیں۔

1. **شبہ فی المحل، محل فعل میں شبہ لاحق ہونا:۔**

جیسے شوہر کا اپنی حائضہ یا روزہ دار بیوی سے وطی کر لینا یا دبر کے راستہ سے، تو یہاں محرم فعل کے عمل میں شبہ قائم ہے کہ محل شوہر کا مملوک ہے اور اسے حق ہے کہ بیوی سے مباشرت کرے، اگرچہ اس امر کی اسے اجازت نہ تھی کہ حیض یا روزہ کی حالت میں کرے یا دبر میں کرے، لیکن بہر حال شوہر کا محل کا مالک ہونا اور اس پر اس کا حق ہونا شبہ کا مورث ہے اور اس شبہ کا ہونا درءِ حد (حد کے سقوط) کو مقتضی ہے، چاہے فاعل فعلِ مذکور کی حلت کا اعتقاد رکھتا ہو یا اس کی حرمت کا، کیونکہ شبہ کی اساس اعتقاد وظن نہیں، اس کی اساس تو محل فعل اور شرعًا فاعل کا اس پر تسلط ہے۔

2. **فاعل میں شبہ ہونا:**

کہ مثلا شب زفاف اپنے پاس بھیجی جانے والی عورت سے مباشرت کرلی پھر واضح ہوا کہ یہ تو اس کی منکوحہ نہ تھی، اس شبہ کی اساس فاعل کا ظن و اعتقاد ہے، اس طور پر کہ وہ اس کے لیے مجرم نہیں ہے، تو فاعل کے ہاں اس ظن کا ہونا مورث شبہ ہوا، لہذا حد نافذ نہ ہوگی، لیکن اگر فاعل یہ جانتے ہوئے فعل کرے کہ یہ اس کے لیے محرم ہے، تب کوئی شبہ و شک نہیں۔

3. **شبه في الجبه :**

اس اشتباہ کا تعلقوں کی حلت و حرمت کے ساتھ ہے اور اس کی اساس فقہاء کے ہاں فعل میں اختلاف آراء ہوتا ہے، تو جس کی حلت و حرمت میں اختلاف رائے ہو، تو اس کے ارتکاب کی صورت میں شک کا فائدہ دیتے ہوئے حد نافذ نہ کی جائے گی۔ اس کی مثال یہ کہ امام ابو حنیفہؒ ولی کے بغیر نکاح کا انعقاد جائز قرار دیتے ہیں جبکہ امام مالک رات کے ہاں بلا گواہوں کی موجودگی کے بھی نکاح جائز ہے لیکن جمہور فقہاء ان دونوں ناحوں کو جائز نہیں سمجھتے، تو اگر کسی نے اس طرح نکاح کر لیا تو اس پر زنا کی حد لاگو نہ کی جائے گی، کیونکہ اختلاف کی موجودگی نے شبہ قائم کر دیا ہے اور جب شبہ ہو تو حد لاگو نہیں کی جاتی، اگرچہ فاعل حرمت فعل کا معتقد ہی ہو (یعنی وہ جمہور فقہاء کے مسلک پر ہو) کیونکہ جب تک فقہاء اس کی حلت و حرمت کے بارے باہم مختلف ہیں، تو فی ذاتہ اس کے اعتقاد کا اثر نہیں۔

احناف: احناف کے نزدیک شبہ دو اقسام میں منقسم ہیں۔

1. **شبہ فی الفعل:**

یہ اس کے حق میں جس پر فعل مشتبہ ہوا، اس کے حق میں نہیں جس پر یہ نہ ہوا اور شک کا یہ فائدہ اس شخص کو ملے گا، جس پر حلت و حرمت کا معاملہ مشتبہ ہوا اور حلت کا افادہ دینے والی کوئی سمعی دلیل موجود نہ تھی، بلکہ اس نے غیر دلیل کو دلیل سمجھا، جیسے کوئی اپنی تین طلاق دی ہوئی یا بائنہ طلاق یافتہ بیوی سے مال پر اس کی عدت میں وطی کرلے، اس کی تعلیل یہ کہ جب اس کے حق میں نکاح اصلاً ہی زائل ہو چکا تھا، محل کی حلت کو معطل کرنے والے چیز کے مد نظر جو کہ طلاق ہے، تو حق فراش میں نکاح باقی تھا اور حرمت فقط شوہر کے لیے ہے اور اس طرح کی وطی حرام ہے، لہذا یہ موجب حد زنا ہے۔ لیکن وہ اشتباہ کا دعوی کر سکتا ہے اور کہہ سکتا ہے حق فروش میں چونکہ نکاح قائم تھا، تو اس نے خیال کیا کہ وہ حق حلت میں بھی قائم ہے، اگرچہ یہ درحقیقت بطور دی ٹھیک نہیں، لیکن چونکہ اس نے اسے (اپنے ذاتی اجتہاد کی بنا پر) دلیل سمجھا ہے، لہذا اسے شک کا فائدہ دے کر حد لاگو نہ کی جائے گی۔ شبہ فی الفعل کے قیام کے لیے شرط یہ ہے کہ اصلاً ہی تحریم پر دال کوئی دلیل موجود نہ ہو اور یہ کہ مرتکب حلت کا اعتقاد رکھتا ہو، اگر تحریم پر دال کوئی دلیل ہو یا حلت کا اعتقاد ثابت نہ ہو تب اصلاً ہی شبہ نہیں، جب ثابت ہو کہ مرتکب حرمت فعل جانتا تھا تب حد کا اجرا واجب ہو گا۔

2. **شب فی المحل:**

اسے وہ حکمی شبہ یا شبہ ملک بھی کہتے ہیں۔ یہ شبہ محل کی حلت کے بارے میں شرعی حکم میں اشتباہ پر قائم ہے، تو اس ضمن میں شرط یہ ہے کہ شرعی احکام میں سے کسی حکم سے پیدا ہو اور شرعی دلیل کے قیام کے ساتھ ثابت ہو گا جو حرمت کی نفی کرتی ہو اور فاعل کے ذاتی ظن کا اعتبار نہیں، برابر ہے کہ وہ حلت کا معتقد ہو یا حرمت کا کیونکہ یہ شبہ تو شرعی دلیل کے ساتھ قائم ہے، نہ کہ اس میں اس کے علم یا عدم علم کا عمل دخل ہے۔[40]

اقامت حدود کے لیے شخصی و مکانی تعین

اقامت حدود کے لیے شخصی تعیین:

فقہاء متفق ہیں کہ حاکم خود یا جسے وہ اپنا نمائندہ اور نائب بنائے حدود کی اقامت اور ان کا نفاذ کریں گے، عوام خود سے انہیں لاگو نہ کریں گے۔ ☆ امام طحاویؒ نے مسلم بن یار سے نقل کیا کہ ایک صحابی کہا کرتے تھے: زکاۃ، حدود، فے اور جمعہ کا اہتمام اور انعقاد سلطان کی ذمہ داری ہے۔بقول امام طحاویؒ ہم صحابہ میں سے کسی کو اس رائے کا مخالف نہیں پاتے۔ (بقول محشی ابن حزمؒ نے اس کا تعاقب کیا اور لکھا: بارہ صحابہ اس کے بر خلاف رائے رکھتے ہیں ☆ امام بیہقیؒ نے خارجہ بن زید عن ابیہ سے اور اسے ابو زناد عن ابیہ کے حوالے سے اہل مدینہ کے ان فقہاء سے نقل کیا، جو دینی مسائل میں مرجع تھے کہ وہ کہا کرتے تھے، حاکم کے علاوہ کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی حد کو لاگو کرے۔ البتہ آقا اپنے غلام یا لونڈی پر حد قائم کر سکتا ہے۔[41]☆ سلف کی ایک جماعت جن میں امام شافعیؒ بھی ہیں رائے رکھتی ہیں کہ آقا اپنے مملوک پر خود حد قائم کر سکتا ہے۔ ان کا استدلال اس روایت سے ہے۔

سنن ابو داؤد میں ہے:۔

ابو امامہ اسعد بن سہل بن حنیف انصاری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے کچھ انصاری صحابہ نے انہیں بتایا کہ انصاریوں میں کا ایک آدمی بیمار ہوا وہ اتنا کمزور ہو گیا کہ صرف ہڈی اور چمڑا باقی رہ گیا، اس کے پاس انہیں میں سے کسی کی ایک لونڈی آئی تو وہ اسے پسند آ گئی اور وہ اس سے جماع کر بیٹھا، پھر جب اس کی قوم کے لوگ اس کی عیادت کرنے آئے تو انہیں اس کی خبر دی، اور کہا میرے متعلق رسول اللہ ﷺ سے مسئلہ پوچھو، کیونکہ میں نے ایک لونڈی سے صحبت کر لی ہے، جو میرے پاس آئی تھی، چنانچہ انہوں نے یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا، اور کہا: ہم نے تو اتنا بیمار اور ناتواں کسی کو نہیں دیکھا جتنا وہ ہے، اگر ہم اسے لے کر آپ کے پاس آئیں تو اس کی ہڈیاں جدا ہو جائیں، وہ صرف ہڈی اور چمڑے کا ڈھانچہ ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ درخت کی سو ٹہنیاں لیں، اور اس سے اسے ایک بار مار دیں۔[42]

سنن ابو داؤد میں ہی ہے:۔

علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت میں سے کسی کی لونڈی نے حرام کاری کر لی تو آپ نے فرمایا: "علی! جاؤ اور اس پر حد قائم کرو" میں گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس کا خون بہے چلا جا رہا ہے، رکتا ہی نہیں، یہ دیکھ کر میں آپ کے پاس واپس آ گیا، تو آپ ﷺ نے پوچھا: "علی! کیا حد لگا کر آ گئے؟" میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! میں اس کے پاس آیا دیکھا تو اس کا خون بہ رہا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: "اچھا بند ہونے تک رکے رہو، جب بند ہو جائے تو اسے ضرور حد لگاؤ، اور حدوں کو اپنے غلاموں اور لونڈیوں پر بھی قائم کیا کرو"۔[43]

امام ابو حنیفہؒ کے بقول آقا خود نافذ نہیں کرے، بلکہ انتظامیہ کی طرف رجوع کرے گا۔[44]

قاضی کا ذاتی معلومات کی بنیاد پر فیصلہ:

ظاہریہ:

ظاہریہ کی رائے ہے کہ قتل، قصاص، مالی امور، زنا اور تمام حدود کے مقدمات میں قاضی اپنی ذاتی معلومات کی بنیاد پر فیصلے دے سکتا ہے، چاہے یہ معلومات اسے قاضی بننے سے قبل حاصل ہوئی ہوں یا بعد میں! بلکہ ایسے فیصلے تو نہایت قوی اور

عادلانہ ہوں گے، کیونکہ یقین الحق کے درجہ کی معلومات اس کے پاس ہیں، اس کے بعد قوت میں درجہ ان مقدمات کا ہے، جو مجرموں کے اعتراف اور اقرار کی بنا پر قائم ہوئے ہوں، پھر وہ جن میں گواہ اور ثبوت پیش ہوئے۔ قرآن کریم میں ہے:يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ [45] اے لوگو جو ایمان لائے ہو! انصاف پر پوری طرح قائم رہنے والے، اور اللہ کے لیے سچی گواہی دو۔ ☆ ایک حدیث میں ہے: جس نے تم میں سے کوئی برائی دیکھی وہ اپنے ہاتھ سے اسے بدل دے، اگر اس کی استطاعت نہیں تو اپنی زبان سے اور اگر اس کی بھی استطات نہیں تو دل سے برا جانے اور یہ انتہائی کمزور ایمان کی نشانی ہے۔[46] لہٰذا قاضی کے ذمہ ہے کہ وہ عدل کرے اور یہ انصاف وعدل کے منافی ہو گا کہ ظالم کو اس کے ظلم پر چھوڑے رکھے اور یوں (اس فرمان نبوی کی خلاف ورزی کرتے ہوئے) اسے تبدیل نہ کرے، لہٰذا یہ کہنا صحیح ہے کہ قاضی اگر کسی منکر امر کو جانتا ہے تو اس کا قلع قمع کرے اور حق والے کو اس کا دے، وگرنہ وہ خود ظالم ہو گا۔

جمہور فقہاء کی رائے:

جمہور فقہاء کی رائے ہے کہ قاضی اپنی ذاتی معلومات کی بنا پر فیصلہ نہ دے۔ سیدنا ابو بکرؓ سے منقول ہے کہ کہا: اگر میں نے کسی کو کوئی موجب حد جرم کرتے دیکھا تو اسے سزا نہ دوں گا حتی کہ کوئی اور ثبوت بھی ہو اور اس لیے کہ قاضی بھی معاشرے کے دیگر افراد کی طرح ایک فرد ہے، اس کے لیے جائز نہیں کہ اپنے کسی مشاہدے بارے میں بات کرے جب تک اس کے ہاں کامل ثبوت نہ ہو، اگر کسی قاضی نے کسی پر تہمت زنا دھری اس بنیاد پر کہ خود اس نے اسے دیکھا ہے تو یہ کامل ثبوت نہ ہوا کیونکہ اس میں چار گواہوں کی ضرورت ہے تو وہ قاذف قرار پائے گا اور اس پر حد قذف نافذ کرنا لازم ہو گا، اگر اس کے ذاتی علم کی بنیاد پر اس کے لیے بات کرنا جائز نہیں تو عمل (فیصلہ دینا) کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔ اس رائے کی اصل فرمان الٰہی ہے:فَإِذْ لَمْ يَأْتُوا بِالشُّهَدَاءِ فَأُولَئِكَ عِنْدَ اللَّهِ هُمُ الْكَاذِبُونَ [47] تو جب وہ گواہ نہیں لائے تو اللہ کے نزدیک وہی جھوٹے ہیں۔

اقامت حدود کے لیے مکانی تعیین:

دار الحرب میں اقامت حدود:

علماء کا ایک فریق اس مؤقف کا حامل ہے کہ دار الحرب میں بھی حدود کی اقامت کی جائے، جیسے دار الاسلام میں ہوتی ہے۔ بغیر کسی تفرقہ کے، کیونکہ اقامت حدود کا حکم عام ہے اور اس میں کسی خاص علاقہ ودار کی تخصیص نہیں۔ ☆ امام مالکؒ اور امام لیثؒ بن سعد بھی یہی موقف رکھتے ہیں۔ ☆ امام ابو حنیفہؒ وغیرہ نے کہا: اگر امیر ارض حرب میں مصروف جہاد ہے، تو وہ اپنے لشکر کے کسی شخص پر (خطا سرزد ہونے کی صورت میں) حد قائم نہ کرے گا، الا یہ کہ وہ مصر، شام، عراق یا ان جیسے سرحدی، اس وقت کے علاقوں کا امیر ہو، تب اقامت صدور کرے گا، وگرنہ نہیں۔ امام صاحب کی حجت یہ ہے کہ دار الحرب میں حد لاگو کرنے سے خدشہ ہے کہ محدود (جسے کوئی حد لگی) مرتد ہو کر دار الکفر میں نہ چلا جائے، یہی رائے راجح ہے اس لیے کہ یہ اللہ کی حدود ہیں اور اثنائے جہاد ان کی اقامت سے کوئی برا نتیجہ سامنے آنے کا خدشہ ہے۔ ☆ امام احمد، ابن راہویہ، اوزاعی اور دیگر کئی علمائے اسلام نے لکھا کہ حدود ارضِ عدو میں قائم نہ کی جائیں، اس پر صحابہ کا اجماع تھا۔

سیدنا ابو محجن ثقفیؓ شراب پینے سے باز نہ رہ سکتے تھے، جنگ قادسیہ کے دوران میں بھی پی لی تو امیر لشکر سیدنا سعد بن ابی وقاص نے (بجائے حد نافذ کرنے کے) انہیں قید کر دیا تھا، لڑائی شروع ہوئی تو سیدنا ابو محجنؓ جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے، نے شعر پڑھا:

كفي حزنًا أن تطرد الخيل بالقنا　　　　و أترك مشدوداً عليّ وثاقيا

"میرے لیے یہی غم کافی ہے کہ شہسوار مردانگی دکھلا رہے ہیں اور میں یہاں بندھا پڑا ہوں۔"

سیدنا سعد کی زوجہ سے ملتمس ہوئے کہ زنجیریں کھول دیں، میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر شہید نہ ہوا تو واپس آکر زنجیریں پہن لوں گا اور اگر قتل ہو گیا تو آپ لوگوں کی مجھ سے جان چھوٹ جائے گی، تو انہوں نے زنجیریں کھول دیں، وہ سیدنا سعدؓ کے بلقاء نامی گھوڑے پر سوار ہوئے اور نیزہ بدست صفوں میں گھس گئے اور اپنی بہادری سے لڑے کہ سیدنا سعدؓ اور مسلمان عش عش کر اٹھے حتی کہ انہیں کوئی فرشتہ خیال کیا(کیونکہ منہ لپیٹا ہوا تھا) جو ان کی نصرت کو آیا ہے، اس دن کی لڑائی ختم ہونے پر یہ سوار واپس ہوا اور زنجیریں پاؤں میں ڈال لیں، سیدنا سعدؓ کی زوجہ نے سیدنا سعدؓ کو امر واقع سے آگاہ کیا، تو انہوں نے انہیں رہا کر دینے کا حکم دیا اور قسم کھائی کہ ان کی فقید المثال شجاعت کے مد نظر ان پر حد قائم نہ کریں گے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سیدنا ابو محجنؓ نے شراب نوشی سے توبہ کر لی، تو سیدنا سعدؓ کا اقامت حد کو مؤخر کرنا، یا اس کا اسقاط کرنا ایک راجح مصلحت کے سبب تھا جس میں اہل اسلام کی بھلائی تھی لیکن بہر حال انہیں اقامت حد کا اختیار تھا۔[48]

مساجد میں اقامت حدود:

سنن ابو داؤد میں ہے:۔عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ، أَنَّهُ قَالَ:" نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يُسْتَقَادَ فِي الْمَسْجِدِ، وَأَنْ تُنْشَدَ فِيهِ الْأَشْعَارُ، وَأَنْ تُقَامَ فِيهِ الْحُدُودُ" [49] حکیم بن حزامؓ کہتے ہیں۔رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں قصاص لینے اور حد قائم کرنے سے منع فرمایا ہے۔کیونکہ وہ ذکر، تلاوت اور نماز وغیرہ کی جگہ ہے، اس میں مار پیٹ سزا وغیرہ مناسب نہیں، کیونکہ چیخ وپکار سے مسجد کے احترام میں فرق آئے گا، نیز اس کے خون وغیرہ سے نجاست کا بھی خطرہ ہے۔

خلاصہ بحث:

مذکورہ بالا بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ حد طرف کنارہ، دھار، مانع، کسی چیز کا دفع کرنا، اس سے بچنا، کسی شے کو دوسری شے سے جدا کرنا ہے۔کچھ حدود حلال وحرام اور بعض جرائم پر مقرر کر دی گئی ہیں۔یہ لفظ قرآن مجید میں چودہ مقامات پر آیا ہے۔ شریعت میں حد اس مقرر سزا کو کہتے ہیں جو حق اللہ کے طور پر متعین کی گئی ہو، تعزیر اس سے خارج ہے کیونکہ تعزیری سزا مقرر نہیں اور قصاص بھی اس سے خارج ہے کیونکہ قصاص حق العبد ہے، حق اللہ نہیں ہے۔زنا کی حد کنوارے اور کنواری کے لیے جلد (ضربیں مارنا) جب کہ شادی شدگان کے لیے رجم سنگسار کرنا ہے۔جھوٹا الزام اور تہمت لگانے کی سزا اسی ضربیں لگانا ہے۔ چوری کی شرعی سزا ہاتھ کاٹنا ہے۔شرابی کی سزا40 ضربیں یا40 یا80 کوڑے ہے۔محاربت یعنی زمین میں فساد مچانے کی بنا پر بطور سزا قتل کر دینا، پھانسی پر لٹکانا، جلاوطن کرنا یا مخالف سمت سے ہاتھ پاؤں کاٹ دینا ہے۔جرائم کی شدت اور نوعیت کے لحاظ سے ان میں سے کوئی سی بھی سزا دی جاسکتی ہے اور مرتد کی سزا قتل ہے۔حدود کا اجرا اور نفاذ لوگوں کے اپنے مفاد و نفع میں ہے، کیونکہ اس سے جرائم کی بیخ کنی ہو گی اور نافرمان باز آجاتے اور معاشرہ امن وسکون کا گہوارہ بنتا ہے اور ہر ایک کی جان ومال اور عزت وعصمت محفوظ ہو جاتی ہے۔آپس میں محبت ہمدردی اخوت بڑھتی ہے۔جس کے نتیجے میں مالی خوشحالی اورافزائش رزق

ہوتی ہے۔زمین اپنے خزانے اگلتی ہے۔اور آسمان سے باران رحمت کا نزول ہوتا ہے۔حدود میں سفارش نہیں کرنی چاہیے، دفع نفاذ حدود میں شکوک وشبہات اور اقامت حدود کے لیے شخصی ومکانی تعیین کا بھی خیال رکھا جائے اسی طرح یہ حدود گناہوں کے کفارے کا بھی باعث ہیں۔

References

1 Ibne Mānzoor, Afrīqi, *Lisān al Arab*, (Beīrūt Dār Sādīr, 1414 AH), 3:140
2 Al-Zabīdī, Muḥammād bin Muḥammād, *Tāj al-ʿArūs,* (Beīrūt: Dār Al-Fikr,1990 AH), 8:6
3 Ibne Mānzoor, *Lisān al Arab*, 3:140
4 Al-Baqaraḥ:187
5 Al-Baqaraḥ:229
6 Al-Baqaraḥ:229
7 Al-Baqaraḥ:229
8 Al-Baqaraḥ:230
9 An-Nisa:13
10 An-Nisa:14
11 At-Tawbaḥ:97
12 At-Tawbaḥ:112
13 Al-Mujādilaḥ:4
14 At-Talāq:1
15 At-Talāq:1
16 Al- Šaukānī, Muḥammād bin ʻAlī, *Nail al-auṭār,* (Miṣr: Dār Al Ḥadith, 1413AH),7:103
17 Al-Sarkhasī, Muḥammād bin Ahmād, Al-Mabsūt(Beīrūt :Dār Al Mārifah, 1993AH),9:36
18 Al Jazīrī, ʿAbdur Raḥmān, Kitāb al-fiqh ʿalā al-maẕāhib al-arbaʻah, (Beīrūt: Dār Al-Fikr,1990 AH),5:7
19 An-Nisa:15
20 Abū Dā'ūd Sulaīmān Bin Al-Ashʿath,Sunan Abū Da'ūd(Beīrūt: Dār al-Risālah al-ʿĀlamiyyah,2009), Ḥadīth # 4415
21 Al-Nūr: 4
22 Al-Māida: 38
23 Al-Māida: 90
24 Al-Māida: 33
25 Al-Baqaraḥ:217
26 Al-Nūr: 2
27 Sayyed Sābiq, Fiqh Al-Sunnah (Lāhore: Maktaba Islāmia, 2015),2:284-283
28 Abū `Abdullah, Muḥammād bin Yazīd, Ibn e Mājaḥ, Al-Sunan(Beīrūt: Dār al-Risālah al-`Alamiyyah, 2009), Ḥadīth # 2540
29 Ibn e Mājaḥ, Al-Sunan, Ḥadīth # 2537
30 Abū Dā'ūd, Sunan Abū Da'ūd, Ḥadīth # 3597
31 Al-Marāghī , Aḥmād Mustāfa, Tafsīr al-Marāghi, (Beīrūt: Dār Al-Fikr, 2015AH),1:21
32 Abū Dā'ūd, Sunan Abū Da'ūd, Ḥadīth # 4376
33 Al-Nasaʾī, Aḥmād bin Shuʿaib, Sunan Nasaʾī (Beīrūt: Dār Al-Fikr,1998 AH), Ḥadīth # 4883
34 Ibn e Mājaḥ, Al-Sunan, Ḥadīth # 2547
35 Al-Tirmidhī, Abū ʿĪsā Muḥammād, Sunan Tirmidhī,(Beīrūt :Dār Al Mārifah, 1991AH), Ḥadīth # 1439
36 Muḥammād Taqi Amīni, Ehkām e sharia ma Halāt-o-Zamāna Ki Reayāt,(Lāhore: Sagir Academī,1982),75
37 Ibn e Mājaḥ, Al-Sunan, Ḥadīth # 2545
38 Al-Tirmidhī, Sunan Tirmidhī, Ḥadīth # 1424

[39] Dārūazāh, Muḥammād Azza, (Beīrūt: Al Dastūr al Qurānī,1996),222

[40] Sayyed Sābiq, Fiqh Al-Sunnah,2:286-287

[41] Al-Bayhaqī, Abū Bakr Aḥmād bin Ḥusayn As-Sunan al-Kubra, (Beīrūt: Dār al-Risālah al-`Alamiyyah, 1992AH), Ḥadīth # 7/394

[42] Abū Dā'ūd, Sunan Abū Da'ūd, Ḥadīth # 4472

[43] Abū Dā'ūd, Sunan Abū Da'ūd, Ḥadīth # 4473

[44] Sayyed Sābiq, Fiqh Al-Sunnah,2:288

[45] An-Nisa:135

[46] Abū Dā'ūd, Sunan Abū Da'ūd, Ḥadīth # 398

[47] Al-Nūr: 13

[48] Muḥammād bin Abī Shāybā,Al-Musannāf Ibn Abī Shāybā,(Al-Fārūq al Ḥadīthiah,2008),11:33746

[49] Abū Dā'ūd, Sunan Abū Da'ūd, Ḥadīth # 4490